

خطبہ (۱۵۲)

اس میں اہل بصرہ کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں فتووں سے آگاہ کیا ہے:

جو شخص ان (فتنه انگلیزیوں) کے وقت اپنے نفس کو اللہ کی اطاعت پر ٹھہرائے رکھنے کی طاقت رکھتا ہوا سے ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اگر تم میری اطاعت کرو گے تو میں ان شان اللہ تمہیں جنت کی راہ پر لگا دوں گا۔ اگرچہ وہ راستہ کھٹک دشواریوں اور تلخ مزوں کو لئے ہوئے ہے۔ رہیں فلاں طتوان میں عورتوں والی کم عقلی آگئی ہے اور لوہار کے کڑھاؤ کی طرح کینہ و عناد ان کے سینہ میں جوش مار رہا ہے اور جو سلوک مجھ سے کر رہی ہیں اگر میرے سوا کسی دوسرے سے ویسے سلوک کو ان سے کہا جاتا تو وہ نہ کرتیں۔ ان سب چیزوں کے بعد بھی ہمیں ان کی سابقہ حرمت کا لحاظ ہے۔ ان کا حساب و کتاب اللہ کے ذمہ ہے۔

[اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

(ایمان کی) راہ سب راہوں سے واضح اور سب چراغوں سے زیادہ نورانی ہے، ایمان سے نیکیوں پر استدلال کیا جاتا ہے اور نیکیوں سے ایمان پر دلیل لائی جاتی ہے، ایمان سے علم کی دنیا آباد ہوتی ہے اور علم کی بدولت موت سے ڈرا جاتا ہے اور موت سے دنیا کے سارے جھنجھٹ ختم ہو جاتے ہیں اور دنیا سے آخرت حاصل کی جاتی ہے۔ حقوقات کیلئے قیامت سے ادھر کوئی منزل نہیں۔ وہ اسی کے میدان میں انتہا کی حد تک پہنچنے کیلئے دوڑ لگانے والی ہے۔

[اس خطبہ کا ایک جزیہ ہے]

وہ اپنی قبروں کے ٹھکانوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی آخرت کے ٹھکانوں کی طرف پلٹ پڑے۔ ہر گھر کیلئے اس کے اہل ہیں کہ نہ

(۱۵۴) وَمِنْ كَلَامٍ لَّهُ عَلَيْهِ الْمَلَامُ

خاطبہ بہہ اہل البصرۃ علی جہتہ اقتصاص الملائیم:

فَمَنْ أَسْتَطَاعَ عِنْدَ ذَلِكَ أَنْ يَعْتَقِلَ نَفْسَهُ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى. فَلَيَفْعَلُ، فَإِنْ أَطْعَثْتُمُونِي فَإِنِّي حَامِلُكُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَلَى سَبِيلِ الْجَنَّةِ، وَإِنْ كَانَ ذَا مَشَقَّةً شَدِيدَةً وَمَذَاقَةً مَرِيرَةً. وَآمَّا فُلَانَةُ فَأَذْرَكَهَا رَأْيُ النِّسَاءِ، وَضَغْنُ غَلَّا فِي صَدْرِهَا كَمِيزَ جَلِيلِ الْقَيْنِ، وَلَوْ دُعِيَتْ لِتَنَاهَ مِنْ غَيْرِي مَا أَتَتْ إِلَيْهِ، لَمْ تَفْعَلْ، وَلَهَا بَعْدُ حُرْمَتْهَا الْأُولَى، وَالْحِسَابُ عَلَى اللَّهِ.

[منہ]

سَبِيلُ أَبْلَجُ الْمِنَاهَاجِ، أَنُورُ السِّرَاجِ، فِي الْأِيمَانِ يُسْتَدَلُ عَلَى الصِّلْحَتِ، وَبِالصِّلْحَتِ يُسْتَدَلُ عَلَى الْأِيمَانِ، وَبِالْأِيمَانِ يُعْمَرُ الْعِلْمُ، وَبِالْعِلْمِ يُرْهَبُ الْمَوْتُ، وَبِالْمَوْتِ تُخْتَمُ الدُّنْيَا، وَبِالدُّنْيَا تُحْرَزُ الْآخِرَةُ، وَإِنَّ الْخَلْقَ لَا مَقْصَرَ لَهُمْ عَنِ الْقِيَمَةِ، مُرْقِلِينَ فِي مُضَارِهَا إِلَى الْغَايَةِ الْفُصُوِيِّ.

[منہ]

قُدْ شَخْصُوا مِنْ مُسْتَقْرِ الأَجْدَاثِ، وَصَارُوا إِلَى مَصَائِرِ الْغَaiَاتِ، لِكُلِّ دَارٍ أَهْلُها،

وہ اسے تبدیل کر سکیں گے اور نہ اس سے منتقل ہو سکیں گے۔ نیکیوں کا حکم دینا اور برا نیکوں سے روکنا ایسے دو کام ہیں جو اخلاق خداوندی میں سے ہیں۔ نہ ان کی وجہ سے موت قبل از وقت آسکتی ہے اور نہ جو رزق مقرر ہے اس میں کوئی کمی ہو سکتی ہے۔

تمہیں کتاب خدا پر عمل کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ وہ ایک مضبوط رسی، روشن و واضح نور، نفع بخش شفا، پیاس بجھانے والی سیرابی، تمک کرنے والے کیلئے سامان حفاظت اور وابستہ رہنے والے کیلئے نجات ہے۔ اس میں کچھ نہیں آتی کہ اسے سیدھا کیا جائے، نہ حق سے الگ ہوتی ہے کہ اس کا رخ موڑا جائے۔ کثرت سے دھرایا جانا اور (بار بار) کانوں میں پڑنا اسے پرانا نہیں کرتا۔ جو اس کے مطابق کہے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے وہ سبقت یجا نے والا ہے۔

(ای اشامیں) ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ: ہمیں فتنہ کے بارے میں کچھ بتائیے اور کیا آپ نے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ:

ہاں! جب اللہ نے یہ آیت اتاری کہ: «کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ان کے اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں انہیں چھوڑ دیا جائے گا اور وہ فتنوں سے دوچار نہیں ہوں گے»، تو میں سمجھ گیا کہ فتنہ ہم پر تو نہیں آئے گا جبکہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں، چنانچہ میں نے کہا: یا رسول اللہ! یہ فتنہ کیا ہے کہ جس کی اللہ نے آپ کو خبر دی ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ: «اے علی! میرے بعد میری امت جلد ہی فتنوں میں پڑ جائے گی» تو میں نے کہا کہ: یا رسول اللہ! احمد کے دن جب شہید ہونے والے مسلمان شہید ہو چکے تھے اور شہادت مجھ سے روک لی گئی اور یہ مجھ پر گراں گزرا تھا تو آپ نے مجھ سے نہیں فرمایا تھا کہ: «تمہیں بشارت ہو! کہ شہادت تمہیں پیش آنے

لا یَسْتَبِدُّونَ بِهَا وَ لَا یُنَقْلُونَ عَنْهَا۔ وَ إِنَّ
الْأَمْرَ بِالْمَعْرُوفِ وَ النَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ
لَخُلُقَانِ مِنْ حُلُقِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ، وَ إِنَّهُمَا لَا
يُقْرَبَانِ مِنْ أَجْلٍ وَ لَا يُنَقْصَانِ مِنْ رِزْقٍ.
وَ عَلَيْكُمْ بِكِتَابِ اللَّهِ، فَإِنَّهُ الْحَبْلُ
الْبَيْتَيْنِ، وَ التُّورُ الْبَيْنِينِ، وَ الشَّفَاءُ النَّاصِفُ
وَ الرِّيْسُ النَّاقِفُ، وَ الْعِصْمَةُ لِلْمُتَسِّلِكِ، وَ
النَّجَاجَةُ لِلْمُتَنَعِّلِقِ، لَا يَعُوجُ فَيُقَامُ، وَ لَا
يَزِيغُ فَيُسْتَعْتَبُ، وَ لَا تُخْلِقَةُ كَثْرَةُ الرَّدِّ، وَ
وَلُوْجُ السَّمِيعِ، مَنْ قَالَ بِهِ صَدَقَ، وَ مَنْ
عَيْلَ بِهِ سَبَقَ.

وَ قَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ: أَخْبِرْنَا عَنِ
الْفِتْنَةِ، وَ هَلْ سَئَلْتَ رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْهَا؟
فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ :

لَيَّا آآ آنَزَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ قَوْلَهُ: ﴿الْمَ
أَحِسِبَ النَّاسُ أَنَّ يُتْرَكُوَا أَنْ يَقُولُوا أَمَنَّا وَ
هُمْ لَا يُفْتَنُونَ﴾ عَلِمْتُ أَنَّ الْفِتْنَةَ لَا
تَنْزِلُ بِنَا وَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَيْنَ أَظْهَرِنَا،
فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا هَذِهِ الْفِتْنَةُ الَّتِي
أَخْبَرَكَ اللَّهُ تَعَالَى بِهَا؟ فَقَالَ: «يَا عَلِيُّ! إِنَّ
أُمَّتِي سَيِّفُتُنَّوْنَ مِنْ بَعْدِي». فَقُلْتُ:
يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَوْ لَيْسَ قَدْ قُلْتَ لِي يَوْمَ أُحْدِ
حَيْثُ اسْتُشْهِدَ مَنِ اسْتُشْهِدَ مِنَ
الْمُسْلِمِينَ، وَ حَيْثُ عَنِي الشَّهَادَةُ، فَشَقَّ

والی ہے» اور یہ بھی فرمایا تھا کہ: «یہ یونہی ہو کر رہے گا۔ (یہ کہو) کہ اس وقت تمہارے صبر کی کیا حالت ہو گی» تو میں نے کہا تھا کہ: یا رسول اللہ! یہ صبر کا کوئی موقع نہیں ہے۔ یہ تو (میرے لئے) مژده اور شکر کا مقام ہو گا، تو آپ نے فرمایا کہ: «یا علی! حقیقت یہ ہے کہ لوگ میرے بعد مال و دولت کی وجہ سے فتنوں میں پڑ جائیں گے اور دین اختیار کر لینے سے اللہ پر احسان جتا جائیں گے۔ اس کی رحمت کی آرزو نہیں تو کریں گے لیکن اس کے قہر و غلبہ (کی گرفت) سے بے خوف ہو جائیں گے کہ جھوٹ موت کے شہروں اور غافل کردینے والی خواہشوں کی وجہ سے حلال کو حرام کر لیں گے، شراب کو انگور و خرم کا پانی کہہ کر اور شوت کا نام ہدیہ رکھ کر اور سود کو خرید و فروخت قرار دے کر جائز سمجھ لیں گے»۔ (پھر) میں نے کہا کہ: یا رسول اللہ! میں انہیں اس موقع پر کس مرتبہ پر سمجھوں؟ اس مرتبہ پر کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں؟ یا اس مرتبہ پر کہ وہ فتنہ میں بیٹلا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ: «فتنہ کے مرتبہ پر»۔

--☆☆--

ذلیک عَلَى، فَقُلْتَ لِي: «أَبْشِرْ، فَإِنَّ الشَّهَادَةَ مِنْ وَرَائِكَ»؟ فَقَالَ لِي: «إِنَّ ذلِكَ لَكَذْلِكَ، فَكَيْفَ صَبِرْكَ إِذْنَ»؟ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! لَيَسْ هَذَا مِنْ مَوَاطِنِ الصَّابِرِ، وَ لِكِنْ مَنْ مَوَاطِنِ الْبُشْرَى وَ الشُّكْرِ، وَ قَالَ: «يَا عَلِيُّ! إِنَّ الْقَوْمَ سَيُفْتَنُونَ بِآمُوَالِهِمْ، وَ يَمْنُونَ بِدِينِهِمْ عَلَى رَبِّهِمْ، وَ يَتَمَنَّونَ رَحْمَتَهُ، وَ يَأْمُنُونَ سَطْوَتَهُ، وَ يَسْتَحْلُونَ حَرَامَهُ، بِالشُّبُهَاتِ الْكَاذِبَةِ، وَ الْأَهْوَاءِ السَّاهِيَةِ، فَيَسْتَحْلُونَ الْخَمْرَ بِالنَّبِيَّنِ، وَ السُّحْنَ بِالْهَدِيَّةِ، وَ الرِّبَابَ بِالْبَيْعِ». قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! فِيَّاِيِّ الْمَنَازِلِ أُنْزِلْهُمْ عِنْدَ ذلِكَ؟ أَبِيَّنْزِلَةَ رَدَّةَ، أَمْ بِيَنْزِلَةَ فِتْنَةَ؟ فَقَالَ: «بِيَنْزِلَةَ فِتْنَةً».

-----☆☆-----

۴۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عائشہ کا رویہ امیر المؤمنین علیہ السلام سے ہمیشہ معاندا رہا اور اکثر ان کے پھر سے پر کھل جاتی اور طرز عمل سے نفرت و بیزاری جھلک اٹھتی تھی۔ یہاں تک کہ اگر کسی واقعہ کے سلسلہ میں حضرت کا نام آجاتا تو ان کی پیشانی پر بل پڑ جاتا تھا اور اس کا زبان پر لانا بھی گوارا نہ کرتی تھیں۔ چنانچہ عبید اللہ ابن عبد اللہ نے حضرت عائشہ کی اس روایت کا کہ: ”پیغمبر ﷺ حالت مرض میں فضل ابن عباس اور ایک دوسرے شخص کا سہارا لے کر ان کے ہاں چلے آئے“، حضرت عبد اللہ ابن عباس سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا:

هَلْ تَدْرِي مِنَ الرَّجُلِ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ لِكَنْهَا كَانَتْ لَا تَقْدِيرُ عَلَى أَنْ تَذَكَّرَهُ بِخَيْرٍ.

کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ دوسرا شخص کون تھا؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ کہا کہ: وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے مگر حضرت عائشہ کے بس کی یہ بات تھی کہ وہ علی علیہ السلام کسی اچھائی کے ساتھ ذکر کرتیں۔ (تاریخ طبری، ج ۲، ج ۲۳۳)

اس نفرت و عناد کا ایک سبب حضرت فاطمہ الزہرا صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تھا کہ جن کی ہمہ گیر غلتمت و تو قیران کے دل میں کائنٹ کی طرح ہٹکتی تھی اور سوتا پے کی جلن یہ وارانہ کر سکتی تھی کہ پیغمبر ﷺ سوت کی دختر کو اس طرح چاہیں کہ اسے دیکھتے ہی تعلیم کیلئے کھڑے ہو جائیں اور اپنی مند پر جگد میں اور ”سیدۃ النساء العالمین“ کہہ کر دنیا جہاں کی عورتوں پر اس کی فویت ظاہر کریں اور اس کی اولاد کو اس حدتک دوست رکھیں کہ انہیں اپنا فرزند کہہ کر پکاریں۔ یہ تمام چیزیں ان پر شاق گزرنے والی تھیں اور فطری طور پر ان کے جذبات اس موقع پر یہی ہوں گے کہ اگر خود ان کے بطن سے اولاد ہوتی تو وہ پیغمبر ﷺ کے بیٹے کہلاتے اور بجائے حسن و حسین کے وہ ان کی محبت کام کر سکتے ہیں مگر ان کی گود اولاد سے ہمیشہ غالی ہی رہی اور مال بنتے کی آرزو کو اپنے بھانجے کے نام پر اپنی کنیت اُم عبد اللہ رکھ کر پورا کر لیا۔

غرض یہ سب چیزیں ایسی تھیں جنہوں نے ان کے دل میں نفرت کا پذیر پیدا کر دیا جس کے تقاضے سے مجبور ہو کر جناب سیدہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف شکوہ و شکایت کرتی رہتی تھیں، مگر پیغمبر ﷺ کی توجہات ان سے بہانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اس رخش و کثیری کا تنز کرہ، حضرت ابو بکر کے ہاتھوں میں بھی برادر پہنچتا تھا جس سے وہ دل ہی دل میں پیچ و تباہ کھاتے تھے مگر ان کے کئے بھی کچھ نہ ہو سکتا تھا سو اس کے کہ ان کی زبانی ہمدردیاں اپنی بیٹی کے ساتھ ہوتی تھیں۔ یہاں تک کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے حملت فرمائی اور حکومت کی باغ ڈوران کے ہاتھ میں آگئی۔ اب موقع تھا کہ وہ جس طرح چاہتے انتقام لیتے اور جو تشدید چاہتے روا رکھتے۔ چنانچہ پہلا قدم یہ اٹھایا کہ جناب سیدہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محروم الارث قرار دینے کیلئے پیغمبروں کے ورش کی فنی کر دی کہ: نہ وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ان کا کوئی وارث ہوتا ہے بلکہ ان کا ترک حکومت کی ملکیت ہوتا ہے۔ جس سے سیدہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدتک متاثر ہوئیں کہ ان سے ترک کلام کر دیا اور انہی تاثرات کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ حضرت عائشہ نے اس موقع پر بھی اپنی روشن نہ بدلی اور یہ تک گوارانہ کیا کہ ان کے انتقال پر ملال پر افسوس کا ظہار کرتیں۔ چنانچہ ان ابی الحمید نے تحریر کیا ہے کہ:

ثُمَّ مَا تِبْعَدُ فَاطِمَةُ فَجَاءَ نِسَاءٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كُلُّهُنَّ إِلَى بَنِي هَاشِمٍ فِي الْعَرَاءِ إِلَّا عَائِشَةَ،

فَإِنَّهَا لَمْ تَأْتِ وَأَطْهَرَتْ مَرْضًا وَنُقِلَّ إِلَى عَلَيِّ عَلَيْهِ الْحَمْدُ لِلَّهِ يَعْلَمُ عَلَى السُّرُورِ.

جب حضرت فاطمہ الزہرا صلی اللہ علیہ وسلم نے حملت فرمائی تو تمام ازواج پیغمبر بنی ہاشم کے ہاں تعزیت کیلئے پہنچ گئیں سو عائشہ کے کہ وہ نہ آئیں اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مریض ہیں اور حضرت علی صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی طرف سے ایسے الفاظ پہنچے جن

سے ان کی مسرت و شادمانی کا پتہ چلتا تھا۔ (شرح ابن ابی الحمید، ج ۲، ص ۳۵۹)

جب جناب سیدہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدتک عناد تھا تو جن سے ان کا دامن والبته ہو گا وہ کس طرح ان کی شمنی و عناد سے بچ سکتا تھا، جب کہ ایسے واقعات بھی رونما ہوتے رہے ہوں کہ جو اس مخالفت کو ہوادیتے اور ان کے جذب نفرت کو ابھارتے ہوں۔ جیسے واقعہ افک کے سلسلہ میں امیر المؤمنین علی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبر ﷺ سے یہ کہنا کہ: «إِنْ هِيَ إِلَّا شَيْءٌ نَعْلَمُ» ۔ یہ آپ کی جو تی کا تمہہ ہے، اسے چھوڑ نہیں اور طلاق

دے کر الگ بیکنے۔ جب حضرت عائشہ نے یہ سنا ہوا تو یقیناً بے قراری کے امترپر کروٹیں بدھی ہوں گی اور حضرتؐ کے خلاف جذب نفرت انتہائی شدت سے ابھرا ہو گا۔

پھر ایسے واقعات بھی پیش آتے رہے کہ ان کے والد حضرت ابو بکرؓ کے مقابلہ میں حضرتؐ کو امتیاز دیا گیا اور ان کے مدارج کو بلند اور نمایاں کر کے دکھایا گیا۔ جیسے: تبلیغ سورہ براعت کے سلسلہ میں پیغمبر ﷺ کا انہیں معزول کر کے واپس پہنچا لینا اور یہ خدمت حضرت علی علیہ السلام کے پرد کرنا اور یہ فرمانا کہ: «أَنِّي أَمْرُتُ أَنْ أُبَلِّغَهُ أَنَّا أَوْرَجُلُ مِنْ أَهْلِ بَيْتِنِي»^{۱۶}: ”محظی حکم دیا گیا ہے کہ میں خود اسے پہنچاؤں یا وہ شخص جو میرے الہبیتؐ میں سے ہو۔“ اسی طرح مسجد بنوی میں کھلنے والے تمام دروازے کے جن میں حضرت ابو بکرؓ کے گھر کا بھی دروازہ تھا جنوا دئیے اور صرف امیر المؤمنین علیہ السلام کے گھر کا دروازہ ٹھکارا ہے دیا۔

حضرت عائشہ اپنے باپ کے مقابلہ میں حضرتؐ کا تفوق گوارا نہ کر سکتی تھیں اور جب کوئی امتیازی صورت پیدا ہوتی تھی تو اسے منانے کی کوئی کوشش انجام نہ کھلتی تھیں۔ چنانچہ جب پیغمبر ﷺ نے آخر وقت میں حضرت اسامہ کے ہمراہ شکر روانہ کیا اور حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمر و بھی ان کی زیر امارت جانے کا حکم دیا تو ازاں پیغمبرؐ کے ذریعہ انہیں یہ پیغام ملتا ہے کہ پیغمبر ﷺ کی حالت نازک ہے، شکر کو آگے بڑھنے کے سماں تے پلٹ آنا چاہیے۔ چونکہ ان کی دور رس نظرؤں نے یہ بھانپ لیا تھا کہ مدینہ کو مہاجرین و انصار سے خالی کرنے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ رحلت نبیؐ کے بعد امیر المؤمنین علیہ السلام سے کوئی مزاحم نہ ہو اور کسی شورش انگریزی کے بغیر آپؐ منصب خلافت پر فائز ہو جائیں۔ چنانچہ شکر اسامہ اس پیغام پر پلٹ آیا۔ جب پیغمبر ﷺ نے یہ دیکھا تو اسامہ کو پھر شکر لے جانے کی تاکید فرمائی اور یہ تک فرمایا کہ: «لَعْنَ اللَّهِ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ جَمِيعِ أُسَامَةَ»^{۱۷}: ”جو شخص شکر اسامہ سے تخلف کرے اس پر خدا کی لعنت ہو۔“ جس پر وہ پھر روانہ ہوئے مگر پھر انہیں واپس بلا یا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پیغمبر ﷺ کے مرض نے شدت اختیار کر لی اور شکر روانہ ہونا تھا نہ ہوا۔ اس کاروائی کے بعد بلال کے ذریعہ حضرت ابو بکرؓ کو یہ کھلوایا جاتا ہے کہ وہ امامت نماز کے فرائض سر انجام دیں تاکہ ان کی خلافت کیلئے راستہ ہموار ہو جائے۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر انہیں ”خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ عَلَى الصَّلَاةِ“ کہہ کر خلیفہ علی الاطلاق مان لیا گیا اور پھر ایسا طریقہ اختیار کیا گیا کہ کسی طرح خلافت امیر المؤمنین علیہ السلام تک نہ پہنچ سکے لیکن دورِثالث کے بعد حالات نے اس طرح کروٹ لی کہ لوگ آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کیلئے مجبور ہو گئے۔ حضرت عائشہ اس موقع پر مکہ میں تشریف فرماتھیں انہیں جب حضرتؐ کی بیعت کا عالم ہوا تو ان کی آنکھوں سے شرارے برنسنے لگے، غینڈ و غصب نے مزاج میں برہنی پیدا کر دی اور نفرت نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ جس خون کے بہانے کا فتوی دے چکی تھیں اسی کے قصاص کا سہارا لے کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کھلم کھلا اعلان جنگ کر دیا جس کے نتیجہ میں ایسا کشت و خون ہوا کہ بصرہ کی سر زمین کشتوں کے خون سے رنگیں ہو گئی اور افتراق انگریزی کا دروازہ ہمیشہ بکھل گیا۔

